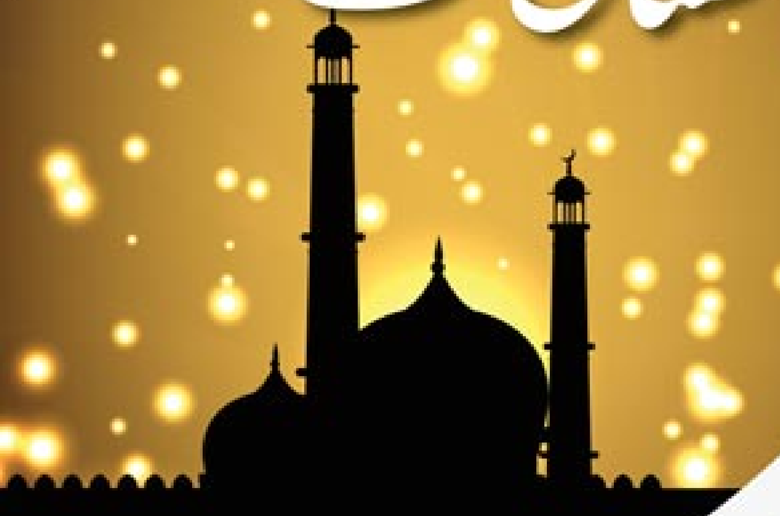
سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۱۱۶

نسبت مع اللہ کی عظیم الشان دولت



شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ : گلشن اقبال کراچی

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۱۱۶

نِسبتِ مع اللہ کی عظیم الشان دولت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنّہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ : نسبت مع اللہ کی عظیم الشان دولت

واعظ : عارف باللہ مجدِدِ زمانہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ : ۱۱/ربیع الثانی ۱۴۲۱؁ھ مطابق ۲۰/اکتوبر ۱۹۹۱؁ء بروز اتوار

ترتیب و تصحیح : جناب سید عمران فیصل صاحب (خلیفہ مُجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

تاریخ اشاعت : ۲۹رجب ۱۴۳۶؁ھ مطابق ۱۹ مئی ۲۰۱۵؁ء

زیرِ اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080 اور +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل
نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

❁❁❁❁

لذّتِ قرب ندامت گریہ زاری میں ہے
قرب کیا جانے جو دیدہ اشک باریدہ نہیں

اختؔر

پیش لفظ

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اولیائے کرام کے اس گروہ میں ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے علمِ شریعت کی دولت کے ساتھ ساتھ اپنی محبت اور نہایت اعلیٰ، قوی اور نسبتِ صدیقیت کی عظیم الشان دولت سے نوازا تھا۔ اس نسبتِ عظمیٰ کا اظہار حضرت کی عبادات، تقویٰ، معاملات، بیانات اور آہ وفغاں سے ہوتا تھا۔

حضرت والا نے اپنے اس وعظ میں اللہ تعالیٰ کی اس نسبت کو حاصل کرنے کے لیے جن باتوں کی تاکید فرمائی ہے ان میں اعمالِ شریعہ کی بجاآوری، سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور گناہوں سے اجتناب کے ساتھ ساتھ اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے اپنی ولایت اور تعلق کی وہ عظیم الشان دولت عطا فرمائے جو وہ اپنے اولیاء کے قلوب کو عطا فرماتے ہیں، آمین۔

یکے از خدام

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

و

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ جل جلالہ سے ملاتے ہیں سُنّت کے راستے

نسبت مع اللہ کی عظیم الشان دولت

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اشعار کی شرعی حیثیت

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! اشعار کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ شعر کہنا سننا یعنی شاعری کیا چیز ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلشِّعْرُ كَلَامٌ بِمَنْزِلَةِ الْكَلَامِ فَحَسَنُهٗ حَسَنُ الْكَلَامِ وَقَبِيْحُهٗ قَبِيْحُ الْكَلَامِ[1]

کلام کے اندر اگر کوئی قبیح مضمون ہے تو وہ برا ہے اور اگر اچھا مضمون ہے تو وہ حَسَن ہے یعنی اچھا ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اشعار کا سننا ایسا ہے جیسے کسی حوض میں ڈھیلا مارنا، حوض میں جو ہوگا اسی کی بو پھیلے گی، حوض میں عرقِ گلاب ہے تو عرقِ گلاب کی خوشبو آئے گی اور گندگی اور غلاظت ہے تو بدبو پھیلے گی۔ اس لیے اشعار سننا ان کے لیے زیادہ مفید ہوتا ہے جن میں چار شرطیں پائی جائیں کیوں کہ سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے سماع کے جائز ہونے کے لیے چار شرطیں بیان فرمائی ہیں:

۱) مضمون خلافِ شرع نباشد، مضمون خلافِ شرع نہ ہو۔

۲) سامع اہل ھویٰ نباشد، سننے والے اہل ہویٰ یعنی نفس پرست نہ ہوں۔

۳) مسموع کودکے و زن نباشد، سنانے والا بے داڑھی کا لڑکا یا عورت نہ ہو۔

۴) آلاتِ مزامیر نباشد، موسیقی کے آلات مثلاً طبلہ، سارنگی اور دیگر ساز نہ ہوں۔

---

[1] کنز العمال:۳/۵۷۷،(۷۹۶۲) باب فی اخلاق وافعال مذمومۃ تختص باللسان، مؤسسۃ الرسالۃ

تو اشعار کا سننا ان چار شرطوں سے جائز ہے۔ علامہ شامی ابن عابدین نے فقہ شامی میں یہاں تک لکھا ہے کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے خلافِ شرع سماع سے پناہ مانگی ہے بلکہ اپنے زمانے میں اسے ترک کر دیا تھا کیوں کہ وہ شرائط پوری نہیں ہو رہی تھیں تَرَكَ السِّمَاعَ بِزَمَانِهٖ اپنے زمانے میں انہوں نے سماع ترک کر دیا تھا۔

دنیائے حسنِ مجاز سراسر فانی ہے

سماع کی ان شرائط میں سے ایک شرط ہے سامع اہلِ ہویٰ نہ باشد یعنی نفس کے ساتھ اس کا گٹھ جوڑ نہ ہو، اس کے دل میں کوئی مجازی معشوق نہ ہو ورنہ عشق اس کو بجائے اللہ کی طرف لے جانے کے مردار معشوق کے سامنے لے جائے گا۔ مردار اس لیے کہتا ہوں کہ سب مرنے والے ہیں، معشوق چاہے عورت ہو چاہے مرد ہو، سب کا آخری انجام قبرستان ہے۔ اگر دنیا کے یہ عشاق قبرستانوں میں جا کر اپنے معشوقوں کی قبر کھود کر دیکھ لیتے یہاں تک کہ مجنوں بھی لیلیٰ کی قبر کھود کر دیکھ لیتا تو سر پیٹ کر روتا اور کہتا کہ آہ! میں نے کس پر اپنی قیمتی زندگی غارت کر دی جس کا آج یہ حشر ہے۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی پیاری بات فرماتے تھے ؎

بقول دُشمن پیمانِ دوست بشکستی
ببیں از کہ بریدی و با کہ پیوستی

دُشمن یعنی نفس و شیطان کے کہنے پر اللہ تعالیٰ کے عہد و پیمان کو توڑ دیا، وفاداری ختم کر دی اور مرنے والوں کے پیچھے پڑ گئے، ذرا سوچو تو کہ کس سے جوڑا اور کس سے توڑا، اللہ سے رشتہ توڑا اور مرنے والوں سے جوڑا، خالق کو چھوڑ دیا اور عارضی مخلوق سے رشتہ جوڑ لیا۔ اس پر میرا ایک بہت پرانا اُردو کا شعر ہے ؎

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اُس پر کہ جس نے دی جوانی کو

جوانی کی عبادت کا اجر

یہ جتنے بھی حسین ہیں سب حسن کا ڈسٹمپر لگے ہوئے چلتے پھرتے بت ہیں، جو کچھ

عرصہ بعد قبرستانوں میں سو جاتے ہیں، لہٰذا جس اللہ نے ہمیں عالمِ شباب عطا فرمایا اسی پر اپنا شباب فدا کرو۔ علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں یہ روایت نقل کی ہے اور اس کے راوی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں:

شَابٌّ اَفْنٰی شَبَابَهٗ وَنَشَاطَهٗ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ[۲]

جس جوان نے اپنی جوانی اور جوانی کا عیش و نشاط اپنے مالک اللہ تعالیٰ پر فدا کر دیا۔ اور بخاری شریف کی دوسری روایت ہے کہ جس جوان نے اپنی جوانی اللہ پر فدا کی، اس کا انجام کیا ہو گا؟ اسے عرش کا سایہ ملے گا جس دن کوئی اور سایہ نہ ہو گا۔[۳] تو وہ جوان اور زندگی کا وہ عالمِ شباب اور جملہ جوانانِ چمن نہایت مبارک ہیں جنہوں نے اپنی جوانی خدائے تعالیٰ پر فدا کی۔

زندگی کا بہترین حصہ جوانی کا ہے اور اللہ سے بڑھ کر کوئی بہتر نہیں ہے تو بہتر کو بہتر ہدیہ دینا چاہیے، اچھوں کو اچھا ہدیہ دینا چاہیے، مگر ہائے! آج کتنے جوان ہیں، اِلَّا ماشاء اللہ، ورنہ اکثر تو یہی کہتے ہیں کہ ابھی تو میں جوان ہوں، ذرا وی سی آر، ٹیلی وژن اور نفسانی خواہشات پوری کر لوں، جب بڈھے ہو جائیں گے تو مسجد میں تسبیح لے کر بیٹھ جائیں گے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

پاس جو کچھ تھا وہ صرفِ مے ہوا
کیوں نہ اب مسجد سنبھالی جائے گی

لذتِ قربِ ذاتِ خدا

اولیائے صدیقین کا مقام اور دونوں جہاں کی لذت کی ضمانت نسبت مع اللہ ہے۔ جتنی زیادہ اونچی نسبت ہو گی اُتنی ہی اس کی دونوں جہاں کی لذت بھی اونچی ہو گی کیوں کہ دونوں جہاں کی لذت کا خالق کون ہے؟ اللہ ہے۔ تو جو اللہ کو پا گیا وہ خود بخود دونوں جہاں کو پا گیا۔

ایک بادشاہ یا مال دار آدمی ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ ایک درجن کینو کھا سکتا

۲؎ فتح الباری: ۱۴۵/۲، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ، بیروت
۳؎ صحیح البخاری: ۱۹۱/۱ (۱۴۲۸) باب الصدقۃ بالیمین، المکتبۃ المظہریۃ

ہے، ایک وقت میں ایک دو کلو سیب کھالے گا یا درجن بھر کیلے کھالے گا لیکن جس نے درد بھرے دل سے اللہ کا نام لیا تو سارے عالَم کے سیب کا اور نعمتوں کا حاصل اس کی روح کو مل گیا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کسی وقت بھی اللہ سے الگ نہیں ہوتیں، مخلوق کی صفات اس کی ذات سے الگ ہوسکتی ہیں، مثلاً آج کوئی حافظِ قرآن ہے، کل دماغ پر فالج گر گیا تو سورۂ فاتحہ بھی یاد نہیں رہے گی۔ میں نے کانپور میں ایسے شخص کو دیکھا جو حافظِ قرآن تھا مگر جب اس پر فالج گرا تو سورۂ اخلاص بھی یاد نہیں رہی، جس پر فالج گر جائے اس کی یادداشت باقی نہیں رہتی تو حافظ کے حفظ کی صفت اس کی ذات سے الگ ہوگئی۔ اسی طرح کالے بال ہونا صفت ہے یا نہیں؟ لیکن جب آدمی بوڑھا ہوجائے گا تو کالے بال سفید ہوجائیں گے اور اس کی یہ صفت باقی نہیں رہے گی، غیر اختیاری طور پر بالوں کی سیاہ صفت اس سے چھن جائے گی، یہ اختیاری نہیں ہوگا ورنہ تو آدمی روزانہ غصہ ہورہا ہوگا کہ میرے بالوں! تمہیں کیا ہوگیا، کالی گھٹا کیوں برس گئی، کالے بادل کیوں سفید ہوگئے؟ اپنے سفید بالوں پر غور کرو تو حقیقت سمجھ جاؤ گے، کالی گھٹا برس گئی، بادل سفید ہوگئے۔ اور جسم کے بال تو سفید ہوجاتے ہیں لیکن نفس کے بال ہمیشہ سیاہ ہی رہتے ہیں۔ میرا شعر ہے۔

دھوکا نہ کھانا کسی کی ریشِ سفید سے
ہے نفس نہاں ریشِ مُسَوَّد لیے ہوئے

نفس اندر کالی داڑھی لیے بیٹھا ہے۔ حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنی بچیوں کو بڑے بوڑھے پیروں اور بڑے بوڑھے مولویوں کے حوالے بھی مت کرو، ان سے بھی شرعی پردہ کراؤ، ان سے یہ مت کہو کہ آپ تو دادا اور نانا ہیں، آیئے ہماری جوان بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیریئے۔ ڈھاکہ میں میرے ایک مرید کی جوان بیٹی تھی، اس نے کہا کہ آپ تو ہماری بیٹی کے دادا ہیں، ذرا اس کے سر پر ہاتھ پھیر دیں۔ میں نے کہا کہ میں ایسا ہرگز نہیں کرسکتا کیوں کہ شریعت کا قانون ہر ایک کے لیے ہے۔ ہمارے بزرگوں نے اس سے منع کیا ہے۔

تو مخلوق کی جتنی صفات ہیں وہ ان سے الگ ہوسکتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت

اللہ تعالیٰ سے کبھی بھی الگ نہیں ہو سکتی لہٰذا خالقیت یعنی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو پیدا کرنے کی جو صفت ہے وہ ہمیشہ اللہ کے ساتھ رہے گی۔ بتاؤ! سیب کون پیدا کرتا ہے؟ اور اس میں رَس کون پیدا کرتا ہے؟ ؎

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد

یہ شکر زیادہ میٹھی ہے یا شکر کا پیدا کرنے والا زیادہ میٹھا ہے۔ سیب اور انگور زیادہ لذیذ ہیں یا ان کا خالق زیادہ لذیذ ہے؟ جس نے ایک دفعہ محبت سے اللہ کہا سارے عالم کے انگور اور سیب کا رس اس ایک اللہ کہنے میں پا گیا، تسبیح لے کر جنگل میں، چٹائی پر، گھاس پر جہاں چاہے بیٹھ جائے کیوں کہ سارا عالم خدا کے عاشقوں کے لیے ہے، دنیا کے عاشقوں کی تو اس کے معشوق کی کوئی ایک گلی کوئے یار ہوتی ہے لیکن خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ کے عاشقوں کے لیے سارا عالَم کوئے دلبر ہے۔ اب خواجہ صاحب کا شعر سنیے ؎

پھرتا ہوں دل میں یار کو مہماں کیے ہوئے
روئے زمین کو کوچۂ جاناں کیے ہوئے

سارے عالم میں جہاں بھی جاؤ گے اللہ ساتھ ہو گا۔ ولی اللہ جہاں جاتا ہے اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے، سمندر میں، جہازوں میں، ریلوں میں جہاں بھی جائے گا خدا اس کے ساتھ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس کو ہم اپنا نورِ خاص عطا کر دیتے ہیں تو وہ نور صرف مسجدوں کے لیے وقف نہیں ہوتا، خانقاہوں کے لیے وقف نہیں ہوتا، وہ حاملِ نور بندہ سارے عالَم میں جہاں جاتا ہے چاہے لندن کی سڑکیں ہوں، امریکہ کا ماحول ہو یا کہیں بھی ہو، وہ ماحول پر غالب رہتا ہے اور ایسا ماحول دیکھنے پر وہ لاحول پڑھتا رہتا ہے، مین ہول میں کبھی نہیں گرتا یعنی کسی ٹیڈی کے چکر میں اس کی اسٹیڈی نہیں کرتا ورنہ جتنے لوگ ٹیڈیوں کے ساتھ اسٹیڈی کر رہے ہیں، شیطان ان کو ریڈی کر لیتا ہے، صحتِ جسمانی بھی خراب اور صحتِ روحانی بھی خراب۔

تعلق مع اللہ کے آثار

تو میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اس سے بڑھ کر مبارک کوئی جوان نہیں اور اس سے

بڑھ کر مبارک کوئی بندہ نہیں جو اپنی فطرت کو خالق فطرت پر اور اپنی حیات کو خالق حیات پر اور اپنے شباب کو خالقِ شباب پر فدا کرتا ہے۔اس کے قلب کی لذت کو اور اس کے سکونِ قلب کو اور اس کے قلب کی وسعت کو دنیا نہیں سمجھ سکتی۔مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بادہ در جوشش گدائے جوش ماست
چرخ در گردش اسیر ہوش ماست

یہ شراب اپنی مستی میں میری مستی کی گدا ہے اور یہ آسمان اپنی گردش میں میرے ہوش کا تابع ہے۔

اللہ والوں کے قلب وروح آسمان سے زیادہ وسعت رکھتے ہیں کیوں کہ خالقِ ارض وسماوات اور خالق عرشِ اعظم ان کے قلب میں ہے لہٰذا حق تعالیٰ کی ذات اور تعلق کی برکت سے اہل اللہ کے قلب کی سلطنت سارے عالَم پر محیط ہوتی ہے۔مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو اللہ نور سے بھر دے فرماتے ہیں کہ ؎

ظاہرش را پشۂ آرد بہ چرخ
باطنش باشد محیط ہفت چرخ

اولیاء اللہ بظاہر جسم کے لحاظ سے کمزور ہوتے ہیں،اولیاء اللہ کا ظاہر عام انسانوں کی طرح اتنا کمزور ہوتا ہے کہ اگر ایک مچھر کسی بڑے سے بڑے ولی اللہ کو کاٹ لے تو وہ بھی تکلیف سے شور کرنے لگے گا، تقاضائے بشریت سے کوئی الگ نہیں ہے، اگر اولیاء اللہ کو بھی مچھر کاٹ لے تو ہلا دیتا ہے لیکن ان کا باطن ساتوں آسمانوں کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہوتا ہے یعنی ان کا قلب اتنا وسیع ہوتا ہے کہ ساتوں آسمان ان کے قلب کے گدا ہوتے ہیں، یہ تعلق مع اللہ بندے کو خدا سے ایسا جوڑ دیتا ہے کہ وہ بلاالیکشن ہفت اقلیم کا صدر ہو جاتا ہے چاہے وہ چٹائی پر ہی کیوں نہ بیٹھا ہو۔

حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں درخت کے نیچے لیٹے تھے، گرمی کی وجہ سے کُرتا اتار کر درخت پر ٹانگا ہوا تھا، خالی لنگی باندھے ہوئے تھے۔ تو اس وقت ملکِ شام کے سفیر آئے اور مدینہ کے لوگوں سے پوچھا کہ آپ لوگوں کا بادشاہ اور خلیفہ کہاں ہے؟

اس کا مکان کہاں ہے؟ شاہی محل، پریزیڈنٹ ہاؤس کہاں ہے؟ تو مدینہ والوں نے جو جواب دیا، اس کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے ؎

قوم گفتندش کہ اورا قصر نیست
مر عمر را قصر جان روشنے ست

حضرت عمر کا کوئی شاہی محل نہیں ہے، ان کی روح کا محل اللہ تعالیٰ کے نور سے روشن ہے۔ وہ وہاں ایک درخت کے نیچے لیٹے ہوئے ہیں، جاؤ! ان سے وہیں ملاقات ہو جائے گی۔ جب یہ سفیر حضرت عمر کے پاس پہنچے تو اس لنگی والے کو دیکھ کر لرزہ بر اندام ہو گئے۔ وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جن کے اسلام لانے پر آسمان پر خوشیاں منائی گئیں، جن کے اسلام لانے پر جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے، جن کے اسلام لانے پر یہ آیت نازل ہوئی:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾[۴]

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ آپ کے لیے کافی ہے
اور ایمان والے جو آپ کے غلام ہیں یہ بھی آپ کے لیے کافی ہیں۔

یہ آیت حضرت عمر کی طاقت، شوکت، عظمت اور جرأت پر دلالت کرتی ہے کیوں کہ اس سے پہلے کسی صحابی کے اسلام لانے پر آیت نازل نہیں ہوئی مگر ان کے اسلام لانے پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اِسْتَبْشَرَ اَهْلُ السَّمَاءِ بِاِسْلَامِ عُمَرَ[۵] حضرت عمر کے اسلام لانے سے آسمانوں پر فرشتوں نے خوشیاں منائی ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ نے اپنا ذکر فرمانے کے بعد ایمان والوں کا ذکر کیوں فرمایا کہ يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ، اے نبی! اللہ آپ کے لیے کافی ہے، وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور آپ کے تابع دار مؤمنین بھی آپ کے لیے کافی ہیں۔ تو اللہ کے کافی ہوتے ہوئے مخلوق کا ذکر

[۴] الانفال:۶۴
[۵] سنن ابن ماجہ:۳۹/۱ (۱۰۳)، باب فضل عمر، مطبوعہ دار احیاء الکتب

کرنے کی کیا حقیقت ہے؟ اس کا جواب حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر بیان القرآن میں دیا ہے کہ کفایت کی دو قسمیں ہیں، کفایتِ حقیقیہ اور کفایت ظاہرہ۔ حقیقتاً تو اللہ تعالیٰ ہی کافی ہیں لیکن ظاہری طور پر اسلام کی شان و شوکت اور دبدبہ کے اظہار کے لیے اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی کفایت بھی ذکر فرمادی، تو اسباب بھی نعمت ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر ملک شام کے سفیر لرزہ براندام ہوگئے، کانپنے لگے، ایک سفیر دوسرے سفیر سے کہنے لگا کہ ہم نے اتنے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں لیکن اپنے دل میں کسی بادشاہ کی ایسی ہیبت و رعب نہیں محسوس کی ؎

بے سلاح ایں مرد خفتہ بر زمیں
من بہفت اندام لرزاں چیست ایں

مسلمانوں کے بادشاہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغیر ہتھیار کے لیٹے ہوئے ہیں، اس وقت ان کے پاس کوئی تلوار بھی نہیں ہے لیکن کیا بات ہے کہ میں پورے جسم سے کانپ رہا ہوں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں ؎

ہیبتِ حق است ایں از خلق نیست
ہیبت ایں مرد صاحبِ دلق نیست

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چہرے پر اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ رعب و ہیبت ہے، یہ ان کی لنگی کی ہیبت نہیں ہے، یہ اس گھاس کی ہیبت نہیں جس پر وہ لیٹے ہوئے ہیں، ان کے چہرے پر اللہ تعالیٰ کی نسبت مع اللہ کے آفتاب کی ہیبت ہے۔ آفتاب جب طلوع ہوتا ہے تو ایک گھنٹہ پہلے ہی سارے آسمان کو لال کردیتا ہے، اسی طرح جس کے دل میں خدا آتا ہے اسے پہلے ہی سے پتا چل جاتا ہے، اس کے دل کے اُفق سرخ ہونے لگتے ہیں یعنی توفیقاتِ عمل شروع ہونے لگتی ہیں۔ جو لوگ اپنی خواہشات کا خون کرنے سے گریزاں اور مفرور ہیں اور چاہتے ہیں کہ خدا مل جائے تو یہ امرِ محال ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا دستور اور سنت اللہ یہی ہے کہ جب تک بندہ اپنی ناجائز خواہشات کا خون نہ کرلے، اپنے قلب کے آسمان کے افق کو اپنی حرام تمناؤں اور حرام خوشیوں کا خون کرکے اور ناجائز تقاضوں پر عمل نہ کرکے سرخ کرلے تو پھر اللہ تعالیٰ

اس کے قلب کے افق کو اس مجاہدے کی برکت سے سرخ کرتے ہیں پھر انہی سرخیوں سے خورشیدِ تعلق مع اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی نسبت کا آفتاب طلوع ہوتا ہے۔

طریقۂ حصولِ دین علیٰ وجہ الکمال

جب میں ناظم آباد سے گلشن اقبال آیا تو ایک صاحب نے مجھے خط لکھا کہ تم نے ناظم آباد چھوڑ دیا اور گلشن اقبال چلے گئے۔ پھر انہوں نے ایک شعر لکھ کر مجھ سے یہ شکایت کی کہ ؎

کس سے پوچھیں بہار کی باتیں
اب صبا بھی اِدھر نہیں آتی

یعنی جب آپ ناظم آباد میں رہتے تھے تو ہم آپ کی باتیں سنتے تھے اور اب آپ گلشن اقبال میں رہنے لگے ہیں تو آپ کی باتیں کیسے سنیں؟ اس لیے انہوں نے یہ شعر لکھا ؎

کس سے پوچھیں بہار کی باتیں
اب صبا بھی اِدھر نہیں آتی

اس پر میں نے ان کے شعر کا جواب شعر میں دیا کہ ؎

تم ہی گلشن میں کیوں نہیں آتے
جب صبا بھی اُدھر نہیں جاتی

یعنی جو اللہ کا راستہ طے کرتا ہے، اگر اس کا پیر اس تک نہیں پہنچ سکتا تو اسے چاہیے کہ وہ خود پیر کے پاس جائے۔ نسبت مع اللہ کی عظیم دولت انہی لوگوں کو ملی ہے جو اپنے گھروں سے دین سیکھنے کے لیے اللہ والوں کے پاس گئے اور چلّے لگائے۔ جو لوگ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھانہ بھون گئے، خانقاہ میں قیام کیا، حضرت کی نگرانی میں حضرت کی تعلیمات پر عمل کیا وہ بڑے بڑے ولی اللہ بن گئے اور جو تھانہ بھون اپنے شیخ کی خدمت میں نہیں گئے انہیں زیادہ نفع نہیں ہوا۔ آج ہم لوگ تسبیح پڑھنے کے لیے تو تیار ہیں لیکن مجال ہے کہ اہل اللہ کی خدمت میں جا کر ان سے تقویٰ سیکھیں، گناہوں سے بچنا سیکھیں، نظر کی حفاظت کرنا سیکھیں، نظر بچانے میں دل کو توڑنا سیکھیں، سارا سلوک اس پر موقوف ہے کہ ہم اپنے قلب کو شکستہ کریں، بغیر قلب کی شکستگی کے خدا نہیں ملتا۔

دلِ تباہ میں فرماں روائے عالم ہے

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَنَا عِنْدَ الْمُنْکَسِرَۃِ قُلُوْبُھُمْ[ۓ] ہم ٹوٹے ہوئے دلوں میں آتے ہیں۔ اس حدیث کی شرح مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمائی ہے کہ جب تک ہم اپنی بُری خواہشات کو نہیں توڑیں گے اس وقت تک ہمارا دل ٹوٹا ہوا نہیں ہوگا اور جب تک دل شکستہ نہیں ہوگا خدا نہیں مل سکتا، اللہ کا نام زبان پر تو ہوگا لیکن اللہ دل میں جب اُترے گا جب ہم اپنے دل کو شکستہ کریں گے۔

اس کی تائید میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مضمون بیان کرتا ہوں۔ جس وقت کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ کی تجلی نازل ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوگئے تو جملہ مفسرین نے اس کی تفسیر یہ لکھی ہے کہ کوہِ طور اللہ کی تجلی کو برداشت نہیں کرسکا، اس لیے ریزہ ریزہ ہوگیا لیکن مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ پہاڑ خدائے تعالیٰ کا عاشق تھا، جب اس نے دیکھا کہ ظاہری سطح پر تجلی ہورہی ہے، اگر میں ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوتا ہوں تو اللہ کی تجلّی کے جلوے اوپر ہی اوپر رہ جائیں گے لہٰذا اس نے اپنے آپ کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا تاکہ اللہ کی تجلی اس کے اندر بھی سماجائے۔

آجا میری آنکھوں میں سماجا میرے دل میں

اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بر برونِ چو کوہ زد نورِ صمد
پارہ شد تا در درونش ہم زند

یہ مثنوی مولانا روم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تجلی جب کوہِ طور پر پڑی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تاکہ اس کے باطن میں بھی اللہ کی تجلی آجائے۔ جس کو اللہ تعالیٰ توفیقِ مجاہدہ دیتے ہیں وہ بُری بُری خواہشات کو اور گناہوں کے گندے گندے تقاضوں کو برباد کرکے اپنے دل کو شکستہ کرتا ہے، گناہوں کے کنکر پتھر کو اپنے قلب سے نکال پھینکتا ہے پھر اس کے قلب کو اللہ تعالیٰ اپنا جلوہ اور

ۓ کشف الخفاء للعجلونی:۲/۳۸۸ (۲۸۳۶)، مکتبۃ العلم الحدیث

تجلیٔ خاص عطا فرماتے ہیں۔ بس ان کی شرط یہی ہے کہ تم اپنی جھولیوں سے گناہوں کے کنکر، پتھر اور گوبر کے ٹکڑے پھینک دو پھر اس قلب میں اللہ اپنے قرب کا موتی رکھ دے گا۔

ایک بزرگ نے جب تمام گناہوں سے توبہ کرلی، بد نظری، شراب کباب جتنے گناہ تھے سب سے توبہ کرلی اگرچہ گناہ کرنے کے تقاضے تو بہت ہوئے مگر انہوں نے کہا کہ خدائے تعالیٰ کو ناراض کرنے سے مر جانا بہتر ہے۔ جو حیات اپنے خالقِ حیات کو ناراض کرے اس کو زیست کا حق حاصل نہیں ہے، جو عدم شرافت کی بندگی جیتا ہے، بے حیائی میں جیتا ہے، اللہ تعالیٰ کو ناراض کرکے جیتا ہے وہ کیسا جی رہا ہے۔ اگر کوئی بیٹا ابّا کو ناراض کرکے زندگی پاتا ہے تو آپ لوگ اس کو کیا کہتے ہیں کہ نالائق بیٹا ہے۔ جو ربّا کو ناراض کرکے جیتا ہے اور حرام مزے اُڑاتا ہے اس کو آپ کیا کہیں گے؟

تو جب اس اللہ والے کو جس نے گناہوں سے توبہ کرلی تھی نسبت عطا ہوئی تب انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

جمادے چند دادم جاں خریدم
بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

میں نے خدائے تعالیٰ کے راستے میں کیا کمال دکھایا کہ دل سے گناہوں کے کنکر پتھر اور گوبر کے ٹکڑے اُٹھا کر پھینک دیئے۔ آپ بتایئے کہ گناہ کی قیمت کنکر، پتھر اور گوبر سے زیادہ ہے؟ گناہ کوئی قیمتی چیز ہے؟ لہٰذا انہوں نے کہا کہ میں نے گناہوں کے چند کنکر پھینک دیئے، اور حیات میں حیات پا گیا، زندگی میں زندگی بلکہ خالقِ زندگی پا گیا، الحمد للہ! میں نے اللہ کو بہت ہی سستا پایا۔ ارے! کنکر، کوڑا، پتھر یعنی گناہ چھوڑا تو کیا کمال کیا لیکن اللہ تعالیٰ کو رحم آگیا۔

اسی لیے عرض کرتا ہوں کہ خدا اسی کے دل میں آتا ہے جو گناہوں کے تقاضوں کو شکست دے کر اپنے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کردیتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہماری تجلی ہمارے اولیاء کے دل کی ظاہری سطح تک محدود نہ رہے بلکہ ان کے باطن کے ذرّہ ذرّہ میں نفوذ کر جائے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا عمدہ شعر فرماتے ہیں ۔

نہ گھبرا کوئی دل میں گھر کر رہا ہے
مبارک کسی کی دل آزاریاں ہیں

ماضی کے گناہوں پر طعنہ زنی حرام ہے

اب ایک بات اور سمجھ لیجیے، توبہ کرنے کے بعد ماضی کے گناہوں کا تصور کر کے مزے اُڑانا بھی حرام ہے، غیر اختیاری طور پر اچانک کوئی خیال آجائے تو وہ معاف ہے لیکن اختیاری طور پر یعنی جان بوجھ کر سوچ سوچ کے حرام مزے لینا یہ جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے گناہوں سے توبہ کر کے تقویٰ والی زندگی اختیار کرلی، کسی بزرگ سے بیعت ہوگئے اور ان کے خلیفہ بھی ہوگئے تو اب اس کو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ بھئی! پہلے تو وہ پتنگ اُڑاتے تھے، کبڈی کھیلتے تھے، عورتوں کو دیکھتے تھے، وی سی آر، سینما، ویڈیو دیکھتے تھے۔ اب اس کو ماضی کے طعنے دینا جائز نہیں ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تل نے گلاب کی صحبت اُٹھانے کا مجاہدہ کرلیا تو اب اس سے جو تیل نکلے گا اس کو تلی کا تیل کہنا حرام ہے ورنہ مقدمہ دائر ہوجائے گا کیوں کہ اب اس کا نام روغنِ گل ہے۔ کیوں صاحب! گلاب کے پھول کی صحبت یافتہ تلی سے جب تیل نکالا جاتا ہے تو اس تیل کا کیا نام ہوتا ہے؟ روغنِ گل۔ حالاں کہ اس میں گل نہیں ہوتا مگر گلاب کے پھول کی صحبت کی برکت سے گلاب کی خوشبو اس میں آجاتی ہے اسی لیے اس کا نام روغنِ گل ہوتا ہے، اب تلی کے تیل کا اصلی نام ختم ہوجاتا ہے۔ اسی طرح جس بندہ پر اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلبہ ہوجائے، اس کے پاس بیٹھنا گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھنا ہے ؎

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا
گو نشیند باحضورِ اولیاء

جس کا دل چاہتا ہے کہ وہ اللہ کے پاس بیٹھے اس سے کہہ دو کہ وہ اللہ کے اولیاء کے پاس بیٹھ جائے جیسے عطر کی شیشی کے پاس بیٹھنا عطر کے پاس بیٹھنا ہے، یہ نہ دیکھو کہ عطر کی شیشی دو آنے کی ہے، یہ دیکھو کہ اس میں دس ہزار والا عطر ہے اور آپ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ پہلے یہ شیشی اِدھر اُدھر پڑی تھی، آپ یہ دیکھوگے کہ اس میں عطر کتنا قیمتی ہے۔ اگر دوسری شیشیاں جو اس عطر کی حامل نہیں ہیں یہ کہیں کہ ہم میں اور اس میں کیا فرق ہے؟ لَا فَرْقَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ ہم بھی دو آنے کی شیشیاں ہیں اور یہ بھی دو آنے کی ہے تو ان سے کہہ دو کہ تم اس

شیشی کو اپنے مقابلے میں مت لاؤ کیوں کہ اس کے اندر دس ہزار روالا عطر ہے۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو صاحبِ نسبت کر دیتے ہیں پھر اس کو اپنے اوپر قیاس مت کرو کیوں کہ اب اس کے دل کی شیشی میں نسبت مع اللہ کا قیمتی عطر ہے۔

لٰہذا جو لوگ توبہ کرکے نیک زندگی بسر کر رہے ہیں اب ان کے ماضی کا تصور بھی نہ کرو کہ یہ لوگ ماضی میں کیسے تھے، بعض بندے ندامت سے، آہ وزاری اور استغفار و توبہ سے اتنے اونچے مقام پر پہنچے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے اشارات ان پر اتنے غالب ہو گئے کہ عام آدمی ان کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

استقامت علی التقویٰ کی کرامت

ایک شخص کسی بیوہ کی خدمت سنت سمجھ کر کر رہا تھا لیکن اس بیوہ کی نیت خراب ہو گئی، ایک دن اس نے مکان میں بلا کر کہا کہ بیٹا! ٹماٹر لا دینا، میں بیوہ ہوں، بیوہ کی خدمت سے بڑا ثواب ملتا ہے، اس شخص نے وعدہ کر لیا۔ یہ شخص صاحبِ نسبت، اللہ والا تھا اور جس کو خدائے تعالیٰ نسبت عطا کرتے ہیں اور جس کو اپنی ولایت سے مشرف فرماتے ہیں تو اس کی علامات مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہیں اِنْ اَرَادَ بِهِ السُّوْءَ اگر وہ بُرائی کا ارادہ بھی کرلے تو حق تعالیٰ اسے بُرائی کی طرف جانے نہیں دیں گے، اس کی حفاظت فرمائیں گے لٰہذا جب وہ شخص اس بیوہ کے مکان میں گیا اور بیوہ نے اسے گناہ کی دعوت دی تو اس کے دل میں گھبراہٹ پیدا ہو گئی، اس نے کہا کہ مجھے بہت زور کا استنجا لگ رہا ہے، مجھے لیٹرین بتاؤ۔ اس زمانے کا لیٹرین ایسا ہوتا تھا کہ اس میں کئی من غلاظت پڑی رہتی تھی، جسے بھنگی آکر روز صاف کرتا تھا۔ بس وہ شخص اس غلاظت میں کود گیا، جب بیوہ نے اسے گندگی میں لتھڑا دیکھا تو فوراً گھر سے نکال دیا، اس نے جلدی سے دریا میں جاکر غسل کیا اور اللہ سے رویا کہ یا اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے بہت بڑے غضب اور قہر کے عمل سے بچالیا، اس کے بعد اس کے سارے جسم میں اللہ نے خوشبو پیدا کر دی۔ ایک دن وہ ایک صاحبِ نسبت بزرگ کے پاس سے گزرا، انہوں نے اس کے سر سے پیر تک خوشبو محسوس کی تو اس سے کہا کہ بھائی! تھوڑی سی خوشبو ہمیں بھی لگادو، اس نے کہا کہ خدا کی قسم! میں نے عطر نہیں لگایا، انہوں نے کہا دیکھو بھائی!

جھوٹ مت بولو، تمہارے سر سے پیر تک خوشبو آرہی ہے، اس نے عرض کیا کہ میں اللہ کے غضب اور قہر کے عمل سے بچنے کے لیے نجاست میں کود پڑا تھا، اس دن سے اللہ نے مجھے یہ مقام دیا ہے کہ میرے جسم میں یہ خوشبو پیدا کردی ہے۔ کوئی اللہ پر مر کر تو دیکھے، اللہ تعالیٰ بے شمار حیات عطا فرماتے ہیں۔

انسانوں اور فرشتوں کی حضوری مع اللہ کا فرق

اللہ تعالیٰ یہی تو چاہتے ہیں کہ بندوں کا دل شکستہ ہو جائے ورنہ صرف عبادت کے لیے تو فرشتے کافی تھے، وہاں ایسے مقدس فرشتے ہیں کہ ساری دنیا کی لیلائیں ان کے قدموں میں لوٹ پوٹ ہو جائیں تو ان کو وسوسہ بھی نہیں آئے گا کہ ان سے کیا ہوتا ہے، ایسی مقدس مخلوق کے ہوتے ہوئے خدا تعالیٰ نے ہم جیسی مخلوق پیدا فرمائی جس میں گناہوں کے تقاضے رکھے، گناہوں کے اسباب رکھے، گناہوں سے کشمکش میں رکھنے کے لیے اس مخلوق کو پیدا کیا تاکہ یہ عبادات اور گناہوں سے اجتناب کے مثبت اور منفی تار سے عشق و محبت کا چراغ روشن کرے۔ فرشتوں کو قربِ عبادت تو حاصل ہے مگر انہیں قربِ ندامت کا ادراک نہیں ہے کیوں کہ ان میں خطا کا مادّہ ہی نہیں ہے جس کی وجہ سے خطا ہو سکے، جب خطا نہیں ہوگی تو ندامت کیا ہوگی۔ انسانوں میں جو اولیاء اللہ ہوتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ قربِ عبادت کے ساتھ قربِ ندامت بھی عطا کرتا ہے۔ اس کو مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعترافِ قصور ہے
ہے مَلَک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے

یعنی فرشتے بھی اولیاء اللہ کے حضور کو نہیں سمجھ سکتے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کا کوئی ولی ان کا نام لیتا ہے، اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس کے ذکر کی لذت فرشتوں کو ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے دال روٹی کھانے والا پلاؤ بریانی کی خوشبو اور لذت محسوس کرے، تو فرشتوں کو اولیاء اللہ کے ذکر کے سامنے اپنا ذکر دال روٹی معلوم ہوتا ہے، ساری دنیا کے اولیاء اللہ کے ذکر کو وہ پلاؤ بریانی سمجھتے ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں اس کی دو وجہ بیان کرتے ہیں، نمبر ایک فرشتے اللہ کو دیکھ کر یاد کرتے ہیں، ان کو یہ

حیرت ہے کہ اولیاء اللہ بغیر دیکھے خدا کو یاد کر رہے ہیں، بغیر دیکھے گناہوں کی نقد لذت کو چھوڑ رہے ہیں اور بغیر دیکھے اللہ سے مانگتے ہیں ؎

عشق من پیدا و دلبر ناپدید
در دو عالم ایں چنیں دلبر کہ دید

میرا عشق تو ظاہر ہے مگر محبوب عالمِ غیب میں ہے، ایسا محبوب کسی نے دیکھا ہے؟ یہی وجہ تھی کہ صحابہ اللہ کو دیکھے بغیر ان پر جان نچھاور کرتے تھے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ عالمِ غیب کا ذکر عالمِ شہادت سے افضل ہے کیوں کہ اولیاء اللہ خدا کو نہیں دیکھتے اور ضروریاتِ دنیا میں مشغول بھی ہوتے ہیں لہٰذا فرشتے آپس میں کہتے ہیں کہ ہم لوگ تو بالکل فارغ ہیں، سوائے اللہ تعالیٰ کی یاد کے کوئی کام نہیں ہے لیکن ان کو دیکھو کہ بیٹا بیمار ہے، بیٹی بیمار ہے، کسی کی بیٹی کو رشتہ نہیں مل رہا، کسی کی بیٹی کو داماد بھوکا رکھتا ہے، وہ آکر رو رہی ہے کہ ابّا! آپ نے کس ظالم سے رشتہ کرادیا، دو وقت کی روٹی کو بھی نہیں پوچھتا تو سوچو کہ اس وقت باپ کا کلیجہ کیسا منہ کو آرہا ہو گا، جو صاحبِ اولاد ہیں ان سے اولاد کے دُکھ کو پوچھو۔

بیویوں سے حسنِ سلوک کی تعلیم

اسی لیے کہتا ہوں کہ اپنی بیویوں کو مت ستاؤ ورنہ تمہاری بیٹیوں پر عذاب آئے گا۔ یہ تجربہ کی بات بتارہا ہوں، جس نے اپنی بیوی کو ستایا اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اس کی بیٹی کو داماد کی طرف سے کیا ملا۔ یہ عقل کی نہیں تجربہ کی بات بتارہا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ کی جو بندیاں تمہارے پاس ہیں ان کو شفقت و محبت سے رکھو، ان کی خطاؤں کو معاف کرو، یہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں اس لیے ان کی ٹیڑھی باتوں پر صبر سے کام لو۔ بابا آدم علیہ السلام سو رہے تھے، فرشتوں نے ان کی ایک پسلی نکال لی، اس سے حضرت حوّا کو پیدا کیا۔ تو عورتوں کی تخلیق ٹیڑھی پسلی سے ہوئی۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ اِنْ اَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا وَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ ؎

؎ صحیح البخاری: ۷/۲۶ (۵۱۸۴)، باب المداراۃ مع النساء

عورت مثل ٹیڑھی پسلی کے ہے، اگر اسے سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو ٹوٹ جائے گی لہٰذا اس کے ٹیڑھے پن کے ساتھ ہی اس سے فائدہ اُٹھاؤ۔ بس پھر گزارہ ہو جائے گا، پھر ناشتہ بھی ملے گا، وہ گھر میں جھاڑو بھی دے گی، چائے پانی بھی پلائے گی، برتن بھی دھوئے گی اور سارے کام ہو جائیں گے، اور اگر تم نے زیادہ ڈانٹا، زیادہ لڑے تو معلوم ہوا فرار ہو گئی، معلوم ہوا اطلاق تک نوبت پہنچ گئی، یہ سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ نبوت ہے، میں فرمانِ نبوت سنا رہا ہوں اِنْ اَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا اگر تم ٹیڑھی پسلی کو سیدھا کروگے تو وہ ٹوٹ جائے گی۔ علامہ قسطلانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خواتین کے بارے میں تین سبق سکھائے ہیں:

نمبر ایک: فِيْهِ تَعْلِيْمٌ لِلْاِحْسَانِ اِلَى النِّسَاءِ، عورتوں سے احسانات کا سبق۔

نمبر دو: وَالرِّفْقُ بِهِنَّ ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کا سبق۔

نمبر تین: وَالصَّبْرُ عَلٰى عِوَجِ اَخْلَاقِهِنَّ ان کے ٹیڑھے پن پر صبر کرنے کا سبق۔[۸]

یہ تین سبق اس لیے سکھائے گئے ہیں لِاِحْتِمَالِ ضُعْفِ عُقُوْلِهِنَّ کیوں کہ خواتین کی عقلیں کمزور ہیں۔

ولی اللہ بننے کا راستہ

دل میں گناہوں کے تقاضے کو جو چھوڑنے کا ارادہ کرلے تو ان شاء اللہ ولی اللہ بن جائے گا۔ اس زمانے میں تہجد، اشراق، مناجات، حج، عمرہ اور تلاوت کی کمی نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اگر بزرگوں کی صحبت اور گناہوں سے دوری بھی اختیار کی جائے تو آدمی ولی اللہ بن جائے کیوں کہ گناہوں کی حرام لذت اُڑانا، گناہوں پر اصرار کرنا اور نسبت مع اللہ کا جمع ہونا محال ہیں، گناہ پر اصرار کرنے کے ساتھ کوئی شخص ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ[۹] میرا ولی تو وہ ہے جو مجھے ناراض کرنا چھوڑ دے کیوں کہ ناراضگی اور دوستی میں تضاد ہے اور اجتماعِ ضدین محال ہے۔ آپ جس کے دوست بننا چاہتے ہیں

۸؎ ارشادالساری:۸/۸۷

۹؎ الانفال:۳۴

کیا اس کو ناراض کر کے اسے دوست بنا سکتے ہیں؟ البتہ استغفار و توبہ سے ماضی کے گناہوں کی تلافی ہو سکتی ہے۔

ایک آدمی الیکشن میں کھڑا ہوتا ہے تو لوگ اسے گالیاں بھی بکتے ہیں، اس پر جوتے بھی برسائے جاتے ہیں اور اس پر گندے انڈے بھی پھینکے جاتے ہیں لیکن جب وہ الیکشن جیت گیا، وزیر اعظم ہو گیا، اب اس پر انڈا پھینکو گے؟ اسی طرح جب شیطان اور نفس کی جنگ میں سالک جیت گیا، تو اب وہ صاحبِ نسبت ہے، اب وہ اولیاء اللہ سے جڑا ہوا ہے، اب اس کے بارے میں کچھ مت کہو ورنہ اللہ تعالیٰ انتقام لیں گے کہ جب میں نے اس کو اپنی ولایت سے مشرف کر دیا اور اب وہ میرا ولی ہے تو غیبت تو عام مسلمان کی بھی حرام ہے چہ جائیکہ ہمارے اولیاء کی غیبت ہو۔

اب میں ولی اللہ بننے کا نسخہ بیان کر رہا ہوں۔ آپ لوگ چاہتے ہیں ناں کہ ہم لوگ ولی اللہ بن جائیں؟ تو اس کے لیے تین کام بیان کر رہا ہوں:

نمبر ایک: اہل اللہ کی صحبت یعنی شیخ و مرشد کی صحبت۔

نمبر دو: شیخ کے مشورے سے ذکر اللہ کا التزام۔

نمبر تین: گناہوں کے چھوڑنے کا اہتمام۔

اور گناہ چھوڑنے کا ایسا اہتمام کرو کہ اللہ سے کہہ دو کہ جان دے دوں گا مگر اے خدا! آپ کو ناراض نہیں کروں گا۔ بس آپ کی طرف سے یہ ارادہ ہونا چاہیے باقی اللہ خود آپ کو سنبھال لے گا جیسے بچہ جب چلتے چلتے گر پڑتا ہے تو ابّا خود ہی آگے بڑھ کر اسے اُٹھالیتا ہے تو ربّا کا بھی یہی معاملہ ہے، وہ چاہتے ہیں کہ تم ہمت سے کام لو اور جب خطا ہو جائے تو اتنا روؤ کہ سجدہ گاہ آنسوؤں سے تر ہو جائے، زندگی سے بے زار ہو جاؤ، دنیا تاریک ہو جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کی علامت یہی بیان فرمائی ہے کہ جب میرے بندوں کو، میرے شریف اور مقبول اولیاء اللہ کو میری ناراضگی کا پتا چلتا ہے تو ان پر دو علامات ظاہر ہوتی ہیں ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ زمین اپنی تمام تر وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو جاتی ہے، پوری دنیا ان کو تنگ نظر آتی ہے وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ [1] اور وہ اپنی جانوں سے بے زار ہو جاتے

[1] التوبۃ:۱۱۸

ہیں۔ اگر گناہ کرنے کے بعد کسی میں یہ دو علامات پیدا نہیں ہوتیں تو وہ گناہ کے ہاتھی بھی نگل لیں تو ڈکار بھی نہ لیں، جس کو گناہ کر کے پریشانی نہ ہو، خدا نہ کرے، خدا نہ کرے، خدا نہ کرے، تو یہ بہت ہی خطرناک حالت ہے، اس کے معنیٰ ہیں کہ اس کا دل بالکل مردہ ہو گیا ہے جیسے مردے کو ایک ہزار جوتے لگاؤ تو کیا وہ ہائے ہائے کرے گا؟ کیا وہ روئے گا؟ تو جس کا دل بالکل مردہ ہو جائے اسی کا ایسا ہی حال ہو گا۔ لہٰذا کبھی ایسا تعویذ نہ مانگیے کہ حضرت ایسا تعویذ دے دیں کہ عورتوں کی طرف میلان ہی نہ ہو، گناہ کا تقاضا ہی نہ ہو، یہ جہالت ہے، اس قسم کا تعویذ مانگنا نفس کے جہاد سے فرار ہے، آپ یہ کہیے کہ اللہ ہمارے نفس کے تقاضوں کو مغلوب رکھے، اگر نفس کے تقاضوں کو معدوم کرنا مقصود ہوتا تو اللہ تعالیٰ وَالْعَادِمِیْنَ الْغَیْظَ نازل فرماتے کہ میرے بندے اپنے غصے کو معدوم کیے ہوئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ[1] فرمایا کہ انہیں غصہ آرہا ہے لیکن اس کو پی جاتے ہیں، اگر غصہ نہیں آئے گا تو پیو گے کیا؟ شربتِ غیظ پینے کے لیے غیظ کا ہونا ضروری ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نفس میں رذائل کا وجود ضروری ہے، ان پر غالب آنے کی کوشش کرو، اگر غالب نہ آسکے تو غالبین کی صحبت میں رہو تو ان شاء اللہ تم بھی غالب ہو جاؤ گے۔

جیسے ایک نواب نے عورتوں کی خدمت کے لیے ایک مرد کو رکھا، وہ مرد ہمیشہ عورتوں میں رہا اور کبھی کسی مرد کو نہیں دیکھا، ایک مرتبہ اچانک سانپ نکل آیا تو سب عورتیں چلّائیں کہ ارے بھائی! کسی مرد کو بلاؤ تاکہ سانپ کو مارے تو اس مرد نے بھی کہا کہ ارے بھائی! کسی مرد کو بلاؤ تو ساری عورتیں ہنس پڑیں کہ آپ بھی تو مرد ہیں، تو کہنے لگا کہ کیا میں بھی مرد ہوں؟ تو مغلوبین کے ساتھ رہتے رہتے، ان کی صحبتوں میں رہنے کی وجہ سے انسان بُری عادت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی لیے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

یارِ غالب جو کہ تا غالب شوی

یارِ مغلوباں مشو ایں اے غوی

ان بندوں کی صحبت میں رہو جو اپنے نفس کے تقاضوں پر غالب آچکے ہوں کیوں کہ ان کی وجہ سے آپ بھی نفس پر غالب ہو جاؤ گے۔

---

[1] اٰل عمرٰن: ۱۳۴

اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو! اگر تم ہم سے دوستی کرنا چاہتے ہو، ولی اللہ بننا چاہتے ہو، ہماری نافرمانی سے بچنے کے لیے ہر وقت فکر مند ہو تو ایک نسخہ بتاتا ہوں، وہ نسخہ یہ ہے کہ تم اسبابِ گناہ کے قریب بھی نہ رہنا کیوں کہ ہم تمہاری فطرت کے خالق ہیں، ہم نے تمہیں ضعیف پیدا کیا ہے، تمہارے اندر میگنٹ یعنی مقناطیس ہے اور گناہوں میں بھی میگنٹ یعنی کشش ہے، اس میگنٹ کے قریب مت ہونا ورنہ دونوں ایک دوسرے کو پکڑلیں گے۔ اسی لیے فَلَا تَقْرَبُوْهَا فرمایا کہ گناہوں کے قریب بھی نہ رہو۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زِنا حرام ہے لیکن چوں کہ بد نظری سببِ زِنا ہوتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے مقدمۂ زِنا کو بھی حرام فرمادیا یعنی جو ذریعہ گناہ کا سبب بن جائے اسے بھی حرام قرار دے دیا، شریعت نے گناہ کے اس سبب کو بھی حرام کردیا ورنہ بے ریش لڑکوں سے پیر دبوانے میں خرابی کی کیا بات تھی لیکن چوں کہ یہ گناہ میں مبتلا ہونے کا سبب بن سکتا ہے یعنی لڑکے کی صحبت اس کے فتنے کے سحر میں مبتلا ہونے کا سبب بن سکتی ہے، مسلسل صحبت سے محبت ہوسکتی ہے جو شہوت کا سبب بن سکتی ہے۔ اس لیے شریعت نے اس پر بھی پابندی لگادی۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اساتذہ کو منع فرمایا ہے کہ کسی لڑکے سے کوئی بھی خدمت نہ لیں خصوصاً ٹانگیں نہ دبوائیں۔ میری خانقاہ میں بھی کسی استاد کو اس کی اجازت نہیں ہے یہاں تک کہ میرے بیٹے مولانا مظہر جو جامعہ کے مہتمم ہیں ان کو بھی اس کی اجازت نہیں ہے کہ کسی ایسے لڑکے سے جس کی داڑھی نہ ہو یا چھوٹی چھوٹی داڑھی ہو اس سے ٹانگیں دبوائیں، میرے پاس خطوط آتے ہیں کہ لوگ داڑھی والوں سے بھی گناہ میں مبتلا ہوگئے، اس لیے ان سے بھی احتیاط کرنی چاہیے۔ دیکھیے! جب ہوائی جہاز رن وے پر اُترتا ہے تو اعلان ہوتا ہے کہ جب تک انجن بند نہ ہوجائے اپنی بیلٹ نہ کھولیں، بس جب تک کسی حسین کی طرف نفس کا ذرا سا بھی تقاضا محسوس ہو رہا ہے تو سمجھ لو کہ ابھی جہاز کا انجن چل رہا ہے، بیلٹ باندھے رہو، جب اس حسین کی داڑھی مونچھیں خوب بڑی ہوجائیں اور وہ بالکل ابّا معلوم ہو اور اس کے لیے دل میں شہوت کا ذرا سا بھی وسوسہ نہ آئے تو اب سمجھ لو کہ انجن بند ہوگیا ہے۔ میں جو یہ باتیں عرض کررہا ہوں تو

بظاہر تو ہیں چھوٹی چھوٹی سی باتیں
جہاں سوز لیکن یہ چنگاریاں ہیں

میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اپنے بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے سالکین کے ولی اللہ بننے کے راستے میں جو روڑے ہیں ان کو صاف کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اسی لیے بتا رہا ہوں کہ اگر ہم تین کام کرلیں تو سب کے سب ولی اللہ ہو جائیں اور میں بھی اس کا مخاطب ہوں۔

نمبر ایک، کسی اللہ والے کے پاس صرف جسم لے کر نہ جاؤ بلکہ قلبی محبت سے جاؤ تاکہ ان کے قلب سے آپ کے قلب میں یقین، صدق اور اخلاص کی نعمت منتقل ہو جائے۔

نمبر دو، اس سے مشورہ کرکے کچھ ذکر اللہ کا اہتمام کیا جائے۔ حاجی اجمل خان مرحوم تہجد کے وقت جاڑے میں یعنی شدید سردی میں ململ کے کُرتے میں پوری دلّی کی سیر کرتے تھے جبکہ لوگ رضائیوں میں دُبکے ہوئے کانپتے تھے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حکیم اجمل خان صاحب کشتہ کھاتے تھے، اس کشتہ کی وجہ سے ململ کے کپڑے پہن کر سردیوں میں پوری دلّی کی سیر کرتے تھے اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھتے تھے اور فرمایا کہ شیخ کی صحبت میں رہ کر ایمان کا گرم ہو جانا یہ مستقل بھروسے کی چیز نہیں ہے، شیخ کبھی الگ ہو گا یا آپ شیخ سے دور ہوں گے پھر کیا ہو گا؟ لہٰذا ایسی آگ پر مکمل بھروسہ نہ کرو کہ جب تک آگ کے پاس بیٹھے ہیں تو گرم ہیں اور جب آگ سے دوری ہوئی تو گرمی ختم، مستقل گرم رہنے کے لیے تھوڑا سا کشتہ بھی کھاؤ یعنی اللہ والوں سے اللہ کا ذکر کرنا بھی سیکھ لو، اللہ اللہ کرو تاکہ وہ کُشتہ کا کام دے اور جب شیخ دور ہو یا آپ کسی ضروری دنیاوی کاموں کے لیے شیخ سے دور ہوں تو یہ کشتہ آپ کے ایمان کو گرم کرنے کے لیے آپ کے پاس ہو۔

بعض لوگ شیخ کے پاس تو رہے لیکن ذکر کا اہتمام نہیں کیا چناں چہ جب تک شیخ کے پاس رہے ایمان کے لحاظ سے گرم رہے لیکن جب شیخ کا انتقال ہوا یا شیخ سے الگ ہوئے تو پتا چلا کہ اندر کچھ نہیں تھا، آہستہ آہستہ سب ختم ہو گیا، گناہوں میں غرق ہو گئے اور نفس و شیطان نے سارا مال لوٹ لیا۔ اس لیے جو حکیم الامت مجدّدِ زمانہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصولوں پر عمل نہیں کرے گا تو یاد رکھو! سلوک میں اس کی محنت تو رہے گی لیکن محنت کا پھل جب ملے گا جب

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے طریقے پر ہو گا کہ اہل اللہ سے جو ذکر پوچھو اس میں ناغہ نہ کرو۔ اگر نفس کہے کہ آج ناغہ ہے تو نفس کو کھانا نہ دو، جسم کو فاقہ کراؤ، اگر نفس روح کو فاقہ کرا رہا ہے تو تم بھی جسم کو فاقہ کراؤ۔

نمبر تین، زہر نہ کھاؤ یعنی گناہ نہ کرو۔ کتنی ہی مرغیوں کا سوپ پی لو، سیب کا جوس پی لو مگر بتاؤ کہ زہر کھانے کے بعد طاقت رہے گی یا نہیں؟ اسی طرح گناہ کر کے اللہ کے غضب کے، اللہ کے قہر کے اعمال کے ہوتے ہوئے ولایت اور دوستی کا خواب دیکھنے سے بڑھ کر کیا گدھا پن ہو سکتا ہے۔ اللہ کی ناراضگی اور قہر و غضب کے ساتھ کوئی ان کا دوست نہیں بن سکتا۔ اسی لیے بزرگوں نے فرمایا کہ اِصْرَارْ عَلَى الْمَعْصِيَةِ کے ساتھ اگر کوئی ولایت اور نسبت مع اللہ کا خواب دیکھتا ہے تو یہ نسبت نہیں ہے یہ ملکۂ یادداشت ہے، ذکر کی حرارت سے اس کو ایک ملکہ حاصل ہو گیا لیکن اس کا نام نسبت نہیں ہے، نسبت نام ہے تعلق طرفین کا یعنی بندے کو اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو اور اللہ تعالیٰ کو بھی بندے سے تعلق ہو، گناہوں کی وجہ سے حق تعالیٰ کی نگاہِ عنایت سے محروم نہ ہو ورنہ پھر نسبت کہاں رہی، اور اللہ تعالیٰ کو بندے سے جبھی تعلق ہو سکتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور قہر کے اعمال سے اپنے کو دور کرے۔ اگر کوئی غلطی ہو جائے تو استغفار و توبہ کر کے فوراً اس کی تلافی کرے اور اپنے بزرگوں سے پوچھے کہ ہم اس گناہ کی تلافی کیسے کریں، خیرات، صدقات دے اور نفلیں پڑھے۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”تربیت السالک“ میں ہے کہ ایک گناہ کبیرہ پر ستر روپیہ خرچ کرو اور پچاس اور سو رکعات نفل پڑھو اور جس کپڑے میں گناہ ہوا اس کو بھی خیرات کر دو، جس چٹائی پر گناہ ہوا ہو اسے بھی خیرات کر دو۔ جس وقت مدینہ شریف میں شراب حرام ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے شراب کے مٹکوں کو بھی تڑوا دیا کہ جن برتنوں میں شراب ہو ان کو بھی باقی نہ رکھو ایسا نہ ہو کہ ظرف دیکھ کر مظروف یاد آ جائے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جن لوگوں سے گناہِ کبیرہ ہو ان کی توبہ کا یہ طریقہ ہے کہ وہ جنگل میں چلے جائیں، یہ اللہ والوں کا پسندیدہ درجہ ہے، جنگل میں چلے جاؤ جہاں کوئی انسان نہ ہو اور مصلّی بھی نہ بچھاؤ، باوضو رہو، صاف زمین پر نماز پڑھو اور اس کے بعد ٹوپی کو اُتارو اور مٹی کو اپنے بالوں میں ڈال لو، مٹی کو اپنے منہ پر مل لو، ہاتھ پر مل لو، اپنے اوپر بھی

مٹی ڈال لو، پھر خدائے تعالیٰ سے دعا کرو کہ اے خدا! آبروئے خود بعصیاں ریختم، میں گناہ سے اپنی آبرو کو خراب کرکے آیا ہوں، ایک بھاگا ہوا بندہ آپ کے حضور میں آیا ہے، میں توبہ کرتا ہوں، مجھے معاف کردیجیے، میں اپنی ذلت کے ساتھ معافی کا طلب گار ہوں۔

دوستو! یہی عرض کرتا ہوں کہ یہ اجتماع ولی اللہ بننے کے لیے ہوتا ہے تاکہ ہم حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو روشن کریں۔ جس کو جائز وناجائز کا غم نہ ہو اُس کے لیے آہ نکل جاتی ہے، اس کا سلوک کیا ہے، وہ تو تماشا اور مذاق بنا ہوا ہے، وہ مخلص نہیں ہے، اگر اخلاص ہوتا تو اسے جائز وناجائز کا غم ضرور ہوتا۔

میں یہی عرض کرتا ہوں کہ جس سے گناہ کی عادت نہ چھوٹ رہی ہو وہ کسی اللہ والے سے مشورہ کرے، جس اللہ والے پر بھی اس کو اعتماد ہو اس سے مشورہ کرے، ان شاء اللہ تعالیٰ چالیس چالیس، پچاس پچاس سال کے بد نظری اور گناہوں کے عادی اہل اللہ کی محبت سے ولی اللہ ہوگئے، ان کی برکت سے کرگس یعنی گِدھ بازِ شاہی ہوجاتا ہے، بادشاہ کا مقرب ہوجاتا ہے، اس کو اعمالِ قرب سے مناسبت ہوجاتی ہے اور اعمالِ بُعد سے مناسبت نہیں رہتی، سب کرگسیت گِدھ پنا ختم ہوجاتا ہے۔

مولانا رومی کو اللہ نے وہ مقام دیا ہے کہ اپنے مقام کو خود بیان کردیا، بعض اولیاء اللہ اپنے مقام کو بیان کردیتے ہیں۔ تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے قطب بنایا ہے اور فرماتے ہیں کہ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے میں اب میں بازِ شاہی بن چکا ہوں۔

بازِ سلطانم گشم نیکو پیم
فارغ از مردارم و کرگس نیم

میں اپنے اللہ کا بازِ شاہی بن چکا ہوں، میں مردہ کھانے سے نجات پاگیا ہوں یعنی حسینوں سے دل لگانے سے نجات پاگیا ہوں، لڑکے ہوں یا لڑکیاں ہوں، یہ مُردے اور مرنے والی لاشیں ہی تو ہیں، کچھ دن کے بعد ان کے چہرے بگڑ جائیں گے، پھر عاشق لوگ سر پیٹتے ہیں اور سرپٹ بھاگتے ہیں، جب دیکھتے ہیں کہ گیارہ نمبر کا چشمہ لگ گیا، بال بھی سفید ہوگئے اور لڑکی

جس پر مرے تھے نانی اماں ہوگئی اور لڑکے جس پر مرے تھے وہ نانا ابّا ہوگئے۔ اس پر میرا ایک شعر سن لیں ؎

کمر جھک کے مثلِ کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی

جب چہرہ کا جغرافیہ بدل جاتا ہے تو بڑے بڑے عاشق جو اسے ہر وقت مرنڈا اور انڈا کھلاتے تھے، اس کی شکل دیکھ کر نفرت کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ آہ! آج یہ حسن کا قبرستان دیکھا نہیں جاتا۔ ارے نالائق! بگڑنے والوں پر کیا بگڑتا ہے، حسن ایسی بگڑنے والی فانی چیز ہے کہ اس پر مرنے والا پرلے درجہ کا احمق اور بے وقوف ہے۔

گناہوں سے نجات گناہ کرنے میں نہیں ہے

جب گناہ چھوڑنے پر کوئی غم آئے تو گھبراؤ نہیں، اگر گناہ کرنے کے خیال سے دل پریشان ہو تو تسبیح لے کر اللہ کا نام لینا شروع کردو، نارِ شہوت کو نورِ ذکر سے بجھادو، شہوت کی آگ کو نورِ ذکر سے بجھاؤ ورنہ اگر شہوت کی آگ میں اور شہوت ڈالی اور گناہ کے تقاضے کو پورا کرلیا تو آگ میں اور زیادہ آگ بڑھ جائے گی۔

جب اللہ میاں قیامت کے دن جہنم سے پوچھیں گے کہ کیا تیرا پیٹ بھر گیا؟ تو وہ کہے گی هَلۡ مِنۡ مَّزِيۡدٍ[۱۲] ابھی میرا پیٹ نہیں بھرا کچھ اور دیجیے۔ تو بخاری شریف کی روایت ہے فَيَضَعُ قَدَمَهٗ پھر اللہ تعالیٰ اس پر اپنا قدم مبارک رکھ دیں گے فَتَقُوۡلُ جَهَنَّمُ قَطۡ قَطۡ قَطۡ، وفی روایۃٍ قَطۡ قَطۡ[۱۳] پھر جہنم کہے گی کہ بس بس بس! اب میرا پیٹ بھر گیا۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جیسے جہنم کا پیٹ گنہگاروں سے نہیں بھرتا اسی طرح تمہارا پیٹ بھی گناہوں سے نہیں بھرے گا، جیسے جہنم کا پیٹ اللہ کی تجلی کے نور سے بھرا ہے، تم بھی دنیا میں اللہ کا ذکر شروع کردو، اللہ والوں کی صحبت سے تمہارے نفس کے

۱۲؎ ق:۳۰

۱۳؎ اخرجہ البخاری فی کتاب التفسیر:۱۳۸/۶(۴۸۴۸)،سورۃ ق باب ”وتقول هل من مزيد“،مطبوعہ دار طوق النجاۃ

دوزخ میں اللہ کے نور کا قدم آجائے گا، قدم سے مراد اللہ تعالیٰ کی ایک خاص تجلی ہے، خاص الخاص نسبت مع اللہ ہے، تعلق مع اللہ کی دولت ہے کیوں کہ اللہ قدم سے پاک ہے لہٰذا نفس کو ایک ہزار گناہ کرادو، کوئی ایک لاکھ دفعہ گناہ کرلے اور پھر کوئی لڑکی سامنے آجائے تو نفس یہی کہے گا کہ اس کو بھی استعمال کرلو۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا جملہ ہے کہ جن لوگوں نے گناہ کی عادت اپنا رکھی ہے اگر ان کو ساری دنیا کے حسین مل جائیں مگر ایک حسین رہ جائے اور اس کے کان میں کہا جائے بس یہی ایک باقی ہے تو نفس ایسا ظالم ہے کہ کہے گا کہ اس کو بھی لے آؤ۔ جو سالک گناہ کرکے اپنے نفس کے تقاضوں کو تسکین دیتا ہے وہ تھوڑی دیر کی تسکین ہوتی ہے، اس کے بعد اتنا شدید تقاضا ہوگا کہ اس کو برداشت بھی نہیں ہوسکے گا، رُسوائی سے الگ پالا پڑے گا لہٰذا گناہ کے تقاضوں کا علاج گناہ کرنا نہیں ہے، اس سے آگ اور بڑھتی چلی جائے گی، گناہ کے تقاضے اور قوی ہوں گے، خارش کا علاج کھجلانا نہیں ہے، شربت مصفّی خون پینا ہے، اسی طرح گناہ سے بچنے کے لیے اللہ کے خوف سے قلب کو قوی کرنا پڑے گا پھر ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی گناہ کرنے کو دل نہیں چاہے گا، گناہ کے تقاضے کمزور ہوجائیں گے، تھوڑے تھوڑے تو آتے رہیں گے مگر توبہ واستغفار اور آہ وزاری سے وہ بھی معاف ہوجائیں گے۔

مرتے دم تک نفس پر بھروسہ نہ کریں

دیندار لوگوں سے کہتا ہوں کہ جو لوگ اپنے نفس سے مغلوب ہیں ان کی اصلاح اور تربیت کے لیے انہیں دین سمجھانے تو جاؤ لیکن ان کے پاس رات دن مت رہو ورنہ آپ پر بھی ان کا رنگ چڑھ سکتا ہے۔ جیسے ایک بادشاہ نے کہا کہ میری بلّی بہت ہی تربیت یافتہ ہے، میں اس کی کھوپڑی پر چراغ جلاتا ہوں اور اس چراغ کی روشنی میں فرمانِ شاہی لکھتا ہوں، میری بلّی ایسی مہذب ہے کہ ذرا سر نہیں ہلاتی۔ ایک وزیر نے کہا کہ حضور! مجھے ایک موقع دیں کہ میں آپ کی بلّی کا امتحان لوں کہ اس کی تہذیب و تربیت کس مقام پر ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ ہاں امتحان لے لو۔ دوسرے دن وزیر ایک چوہا لایا اور بلّی کے سامنے چھوڑ دیا، اب بلّی نے جو چوہا دیکھا تو اس کی مونچھیں کھڑی ہوگئیں اور چوہے کے پیچھے دوڑ پڑی بس پھر چراغ اُلٹ گیا، تیل

اِدھر گیا اور ڈھکن اُدھر لہٰذا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ متقی چاہے نوّے سال کا ہو جائے اسے بھی اپنے نفس پر بھروسہ نہ کرنا چاہیے ؎

بھروسہ کچھ نہیں اس نفسِ امّارہ کا اے زاہد
فرشتہ بھی یہ ہو جائے تو اس سے بدگماں رہنا

جب تک موت نہ آجائے اس وقت تک اپنے نفس پر اطمینان نہ کرو، اللہ کی غلامی کی زنجیر وطوق اپنی گردن سے مت ہٹاؤ **وَاعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ**[۱۴] جب تک موت نہ آجائے آدمی اپنے کو خطرہ میں ہی سمجھے کیوں کہ مرتے مرتے بھی بدنظری کرسکتے ہو، اسی لعنت والے عمل کی حالت میں روح نکل سکتی ہے۔ ایک شخص کو دس سال ہوگئے، ایک گناہ بھی نہیں ہوا، وہ کہنے لگا کہ کوئی بات نہیں، ہمارا نفس تو حسینوں سے بالکل محفوظ ہوگیا ہے، ہمارا نفس بڑا مقدس ہے، تو یہ نفس کا دھوکا ہے جیسے میں نے بلّی اور چوہے کا مسئلہ بیان کیا، تو سمجھ لو کہ جو چوہے اور بلّی کا تعلق ہے وہی ہمارے نفس اور گناہوں کا تعلق ہے۔

مجلس صیانۃ المسلمین کا یہ اجتماع اگر نافع نہ ہوتا تو ہر سال پاکستان کے گوشے گوشے سے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق اور پروانے یہاں جمع نہ ہوتے، ہم اس موقع کو غنیمت جان کر شاہراہِ ولایت کے کچھ تذکرے کرلیتے ہیں۔

بس اب دعا کریں کہ جو کچھ سنا اور سنایا اللہ تعالیٰ اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں، ہم سب کو اللہ والا بنائیں، اولیائے صدیقین کاملین کی خط منتہیٰ تک پہنچادیں، ہماری دنیا بھی بنادیں آخرت بھی بنادیں اور ہم سب کو اور ہماری قیامت تک آنے والی ذرّیات کو تقویٰ والی حیات عطا فرمادیں، آمین۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

بِرَحۡمَتِکَ یَا اَرۡحَمَ الرّٰحِمِیۡنَ

❁❁❁❁

---

[۱۴] الحجر: ۹۹

امور عشرہ برائے اصلاح معاشرہ

از محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یعنی وہ دس اُمور (کام) جن کے التزام سے دین کے دوسرے احکام کی پابندی کی توفیق ان شاءاللہ تعالیٰ ملے گی۔

۱۔ تقویٰ اور اخلاص کا اہتمام۔ تقویٰ کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض وواجبات وسنن مؤکدہ کی پابندی کرنا اور ممنوعات سے بچنا، اخلاص کا حاصل یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہی کرنا۔

۲۔ ظاہری گناہوں میں سے بدنگاہی، بدگمانی، غیبت، جھوٹ، بے پردگی اور غیر شرعی وضع قطع رکھنے سے خصوصاً بچنا۔

۳۔ اخلاق ذمیمہ (برے اخلاق) میں سے بے جا غصہ، حسد، عُجب، تکبر، کینہ اور حرص و طمع پر خصوصی نگاہ رکھنا۔

۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انفراداً واجتماعاً بہت اہتمام رکھنا۔ ان کے احکام اور آداب کو بھی معلوم کرنا۔ فضائل تبلیغ میں سے حدیث نمبر ۳ تا ۷ کو بار بار پڑھنا بالخصوص حدیث نمبر ۵ کو۔

۵۔ صفائی ستھرائی کا التزام رکھنا۔ بالخصوص دروازوں کے سامنے جن میں مساجد و مدارس کے دروازے خصوصاً توجہ کے مستحق ہیں ان کے سامنے زیادہ اہتمام صفائی کا رکھنا۔

۶۔ نماز کی سنن میں سے قراءت، رکوع، سجدہ اور تشہد میں انگلی اٹھانے کے طریقہ کو سیکھنا نیز اذان واقامت کی سنن کو توجہ سے معلوم کرکے ان پر عمل کی مشق کرنا۔

۷۔ سنن عادات کا بھی خاص خیال رکھنا، مثلاً کھانے پینے، سونے جاگنے، ملنے جلنے وغیرہ۔ مسنون طریقہ پر عمل کرنا۔

۸۔ کم از کم ایک رکوع کی تلاوت روزانہ کرنا اور اس میں کلام پاک کے حُسن وجمال کی زیادہ سے زیادہ رعایت کرنا۔ یعنی قواعد اخفاء واظہار، معروف ومجہول وغیرہ کا لحاظ رکھنا اور درود شریف کم از کم ۱۱ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنا یا ایک تسبیح کسی نماز کے وقت تین سو مرتبہ روزانہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

۹۔ پریشان کن حالات ومعاملات میں یہ سوچ کر شکر کرنا کہ اس سے بڑی مصیبت وپریشانی میں مبتلا نہیں ہُوا۔ مثلاً بخار آنے پر یہ سوچنا کہ پیشاب تو بند نہیں ہُوا ہے، فالج، جنون اور قلبی امراض سے تو بچا ہُوا ہوں، نیز یہ اعتقاد رکھنا کہ بیماری سے گناہ معاف ہو رہے ہیں یا اس پر اجر وثواب ہو گا۔

۱۰۔ اپنے شب وروز کے اعمال کا شرعی حکم معلوم کرنا جن کا علم نہیں ہے کہ آیا وہ اوامر یعنی فرض، واجب، سُنتِ موکدہ، سُنت غیر موکدہ، مستحب ومباح میں سے ہیں یا نواہی یعنی کفر وشرک، حرام، مکروہ تنزیہی یا تحریمی میں سے اور جو اعمال خدانخواستہ منکرات میں سے معلوم ہوں ان کو جلد از جلد ترک کرنا۔

❁❁❁❁



نسبت مع اللہ یعنی بندہ کا اللہ تعالیٰ سے قلبی تعلق، اس کا حصول ہر مسلمان کی سب سے اہم ذمہ داری ہے۔ بندہ اللہ سے یہ تعلق اس لیے قائم کرے تاکہ اس کے دل میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کے قرب کا احساس رہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب کا احساس اسے عبادات کی اس لازوال لذت سے آشنا کرتا ہے جو کسی کے خواب وخیال میں بھی نہیں آسکتی۔ اور سب سے اہم بات یہ کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی موجودگی کا احساس اسے ہر وقت خدا کی نافرمانیوں یعنی گناہوں سے بچنے میں نہایت معاون ثابت ہوتا ہے۔

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس وعظ ''نسبت مع اللہ کی عظیم الشان دولت'' میں ان اعمال کا نہایت پیارے، قابلِ عمل اور محبت بھرے انداز میں ذکر فرمایا ہے جو نسبت مع اللہ کی اس عظیم الشان دولت کے حصول میں معین ومددگار ثابت ہوتے ہیں۔

www.khanqah.org

AW116

ناشر

کتب خانہ مظہری